تفسیری تفردات کے اسباب..........ایک تحقیقی جائزہ

An analytical research on the cause of interpretative singularities

*ڈاکٹر محمد شاہ

**محمد نعیم جان

Abstract

By tutorials it means such sayings which are against the views of the majority and the set patterns of interpretations. Allah Almighty has commanded followers to ponder over the Holy Qur'ān and also take guidance and lessons from its teachings. In the interpretation of the Holy Qur'ān the first door of tutorials/ diversions opened by the refutations of the Traditions of the Holy Prophet SAWW by *Khawārij* and afterword's by *Mulḥadīn.* The second factor of diversion is the inability of some interpreters and it is abundantly found in every age. To subdue the Qur'ānic injunctions under one's own will is sheer perversion from Islām. Some people are incarnated by the ghost of religiousness and what they say repeatedly becomes their obsession. Anything against it turns to be refutation of Islām for them. Some modern interpreters of the Holy Book diversify from the facts of the spirit of Islām that they say that there is disharmony between the apparent meanings of the Holy Qur'ān and human wit. Some other people from modern times try to find out relation between Qur'ānic injunctions and scientific discoveries. Howsoever it is done with good intention still it takes away from the main topic of The Holy Qur'ān. While some other people in modern time think that Islāmic injunctions are bound to change. It is another diversion a detailed analysis is presented of the above-mentioned topic. I am going to present in my research Article an analytical research about the cause of interpretative singularities in Qur'ān's interpretation.

Keywords: singularities, guidance, interpretation, injunctions, Traditions, analytical.

---

*ماہر مضمون (اسلامیات) جی ایچ ایس ایس مزدور آباد، مردان۔

**پی ایچ ڈی اسکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس اسٹڈیز، یونیورسٹی آف ہری پور۔

اہل لغت نے تفرد کے یہ معنی بیان کیے ہیں: تفرَدَ وأفردَ، واسْتفردَ بالامرِ، یعنی کسی کام میں یکتا ہونا، علیحدہ ہونا اور اسی طرح ساتھیوں سے الگ ہو جانا[1]۔ تفسیر کے باب میں تفردات سے ایسے اقوال مراد ہوتے ہیں جو جمہور مفسرین اور تفسیر کے اُصولوں اور قواعد کے خلاف ہوں[2]۔

علمائے تفاسیر نے تفسیری تفردات کو 'تفسیر بالرائے المذموم' سے بھی تعبیر کیا ہے۔ تفسیر بالرائے کے بارے میں علما کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، جب کہ بعض کے نزدیک تفسیر بالرائے مطلقاً ناجائز ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ تفسیر بالرائے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف کسی قول کا نسبت کرنا ہے اور یہ از روئے قرآن جائز نہیں۔ وہ درج ذیل آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ[3]

''اور یہ کہ تم شرک کرو اللہ کے ساتھ اس طرح جس کی کوئی دلیل نازل نہ ہوئی ہو، اور تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمھیں کچھ پتہ نہیں''۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا[4]

''اور ایسی بات کے پیچھے نہ لگو کہ جس کا تمھیں علم نہ ہو، بے شک کان، آنکھ اور دل و دماغ اِن سب کے بارے میں تم سے باز پرس ہو گی''۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[5]

''اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کر دو جو اُن کے لیے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں''۔

عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ[6]۔

---

1 الرازی، محمد بن ابی عبد القادر الحنفی (م: ۶۶۶ھ)، مختار الصحاح، (بیروت: مکتبہ العصریہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ص ۳۳۳؛ الازدی، ابو الحسن علی بن الحسن الھنائی، المنجد فی اللغۃ، (قاہرہ: مکتبہ عالم الکتب ۱۹۸۸ء)، ص ۵۱۷۔

2 الذہبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، (قاہرہ: مکتبۃ الوہبہ، ۱۹۸۵ء)، ج ۱، ص ۲۶۴۔

3 الاعراف ۷: ۳۳

4 الاسرآء ۱۷: ۳۶

5 النحل ۱۶: ۴۴

6 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ السلمی، الجامع الترمذی، ابواب التفسیر، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔) ج ۲، ص ۱۵۷۔

''حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن میں اپنے رائے کہی اور وہ ٹھیک تھی پس وہ بھی خطا ہو گیا''۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» [7]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن کے معاملے میں علم کے بغیر کوئی بات کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنّم میں بنالے''۔

درج بالا آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کریں، جب کہ بعض علمانے تفسیر بالرائے کے جواز پر درج ذیل نصوص اور آثار سے استدلال کیا ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [8]

''سو کیا نہیں غور کرتے یہ قرآن پر، کیا اِن کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں''۔

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا [9]

''حالاں کہ اگر یہ لوگ اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے''۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ [10]

''یہ کتاب جسے نازل کیا ہے ہم نے تمھاری طرف بڑی برکت والی ہے اور (نازل کی ہے) اس غرض سے کہ غور وفکر کریں اس کی آیات پر اور نصیحت حاصل کریں (اس سے) عقل وشعور رکھنے والے''۔

درج بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن میں غور وفکر کرنے کی تاکید کی ہے اور ساتھ ہی عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ اگر مطلقاً رائے کا استعمال ناجائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کا

---

7 الترمذی، الجامع الترمذی، ابواب التفسیر، ج ۲، ص ۱۵۷۔

8 محمد ۴۷:۲۴

9 النساء ۴:۸۳

10 ص ۳۸:۲۹

مکلف نہ بناتا۔ چوں کہ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ عقل و خرد رکھنے والے لوگ قرآن کریم کے بعض آیات کریمہ سے استنباط و استشہاد کرتے ہیں اور یہ بھی رائے کا استعمال ہے۔ اگر تفسیر بالرائے کو مطلقاً ناجائز کہا گیا تو استشہاد و استنباط کا دروازہ بند ہو جاتا اور احکام اسلام کو معلوم کرنے کا کوئی صحیح ذریعہ باقی نہ رہتا[11]۔

چوں کہ اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے بھی تفسیری اقوال منقول ہیں اور ان میں باہمی اختلاف بھی پایا جاتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ یہ سارے اقوال صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے نہیں سنے۔ بلکہ بعض اپنے عقل و اشتہاد کے ذریعے ان اقوال تک پہنچے۔ بلکہ محمد ﷺ نے بھی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے لئے تاویل قرآن کی دعا کی تھی اور وہ دعا یہ ہے: اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ[12]۔

"یا اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور انھیں تفسیر قرآن کا علم عطا فرما"۔

دونوں طرف کے دلائل کے موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو تفسیر بالرائے مطلقاً جائز ہے اور نہ ناجائز، بلکہ رائے کی دو قسمیں ہیں: ایک رائے محمود اور دوسری رائے مذموم، چناں چہ پہلی قسم جائز اور دوسری قسم ناجائز ہے[13]۔

تفسیر بالرائے مذموم ہی وہ تفسیر ہے جو شاذ اور متفرد ہوتی ہے، وہ نہ تو اہل علم کے ہاں مقبول ہے اور نہ ہی اُسے قرآن کریم کی تفسیر کہنا مناسب ہے۔ اِس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ آثار و روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سلف میں سے بعض لوگوں نے قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں کچھ کہنے سے انکار کیا تھا اور بعض قرآن کریم کی تفسیر کیا کرتے تھے، چوں کہ وہ اہل علم جو تفسیر کے اُصول و قواعد کے عالم تھے، وہ تفسیر بیان کرتے اور جو اُس مقام کے نہ تھے وہ انکار کرتے[14]۔ اِس حوالے سے علامہ زرقانیؒ کہتے ہیں:

> "قرآن کریم کی تفسیر کے نام سے وہ تالیفات جن میں اُصول تفسیر اور قواعدِ عربیہ یا خود قرآن کے بیان اور احادیث نبوی یا آثار صحابہ و تابعین کے خلاف اقوال درج کیے گئے ہوں وہ تمام شذوذ و تفردات ہیں۔ ایسے اقوال و تالیفات کے کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ یہ ضلال اور گم راہی ہے"[15]۔

تفسیری تفردات کے اسباب

علوم قرآن کو در حقیقت تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

---

[11] الذہبی، التفسیر والمفسرون، ج ۱، ص ۲۶۲۔

[12] ابن حنبل، امام احمد، المسند، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء)، حدیث رقم: ۲۶۶، ۲۶۹، ۳۲۸۔

[13] الذہبی، التفسیر والمفسرون، ج ۱، ص ۲۶۴۔

[14] ابن تیمیہ، شیخ الاسلام أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، المقدمۃ فی أصول التفسیر، (مکۃ المکرمۃ: مکتبۃ دار الباز، ۱۴۲۴ھ)، ص ۳۱، ۳۲۔

[15] الزرقانی، محمد عبد العظیم (متوفی ۱۳۶۷ھ)، مناہل العرفان، (قاہرہ: دار الکتاب العربی، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء)، ج ۱، ص ۵۱۸۔

۱۔ پہلی قسم اُن علوم کی ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کو مطلع نہیں کیا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کے ذات اور صفات کی حقیقت اور وہ غیب والے علوم جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا اِن میں غور و خوض کرنا، دریافت اور حقیقت کی جستجو کرنا گم راہی کا سبب ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے نبی علیہ السلام کو خاص کیا ہے، اِس قسم میں صرف حضرت محمد ﷺ کلام کر سکتے ہیں یا جن کو آپ ﷺ نے اجازت دی ہوئی تھی۔ اُن کے علاوہ اگر کوئی اور اِس میں بیان و تشریح کی طرف بڑھے گا تو گم راہ ہو گا۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تبلیغ کا مکلف بنایا ہے۔ اِس کی بھی دو اقسام ہیں: ایک یہ کہ جس کا کلام صرف سمع و نقل کے طور پر کیا، جیسے ناسخ و منسوخ، قرأت، گزشتہ امتوں کے قصص، اسبابِ نزول، حشر و نشر اور معاد و آخرت کے خبریں۔ اِن اُمور میں اگر کوئی شخص محض اپنی رائے و عقل کو دخل دے گا تو سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ اِس کی دوسری قسم وہ ہے جو استدلال اور سوچ و بچار پر منحصر ہو۔ اِس قسم میں متشابہات کے بارے میں علما کا اختلاف پایا جاتا ہے اور آیاتِ احکام، مواعظ، امثال و حکم کے بارے میں اتفاق ہے کہ جس میں اہلیتِ اجتہاد ہو، وہ ان کے بارے میں تفصیل و تشریح کر سکتا ہے[16]۔ ایک علمی تحقیق سے یہ بات عیاں ہے کہ تفسیر کی ضمن میں جو تفردات واقع ہوئے ہیں اور مستقبل میں بھی مزید ایسے حالات کا اندیشہ ہے تو اس کی پشت پر کچھ وجوہ ہیں، جس کے سبب ایسے تفردات تفسیر میں دانستہ اور نادانستہ طور پر واقع ہوتے ہیں۔ تفردات کے اِن اسباب کی تفصیل ذیل میں کی جارہی ہے:

انکارِ حدیث

واضح رہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں تفردات یا بالفاظ دیگر تحریفاتِ معنوی کا پہلا دروازہ انکارِ حدیث سے کھل گیا تھا، پھر اِس کی جرأت اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے خوارج نے کی تھی۔ بعد میں ملحدین اِس میں مبتلا ہوئے جن کو اپنے الحادی نظریات وافکار کو ترقی دینے میں سب سے بڑی رکاوٹ احادیث مبارکہ کی صورت میں پیش آئی تو انھوں نے حدیث کی حجیت سے انکار کیا۔ چوں کہ احادیث مبارکہ کے ذریعے قرآن کی تفسیر و تشریح تسلیم کی جائے تو الفاظِ قرآن کے من مانی معنی اور ان میں من مانی تاویلات کرنا ممکن نہیں رہتا، جب کہ اُصول تفسیر کے لیے یہ بات مسلمہ ہے کہ قرآن کی تفسیر پہلے تو خود قرآنی آیات سے کی جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو پھر احادیث مبارکہ سے قرآنی الفاظ کے معنی و مراد لی جائے۔ چناں چہ احادیث مبارکہ کے ہوتے ہوئے قرآنی آیات میں اپنے نظریات اور عقل کا استعمال کرنا الحاد اور گم راہی کا سبب ہو گا۔ واضح رہے کہ انکارِ حدیث کا یہ فتنہ

---

16 السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، (مصر: مطبعہ ازہریہ، ۱۹۲۵ء)، ج ۲، ص ۲۳۴۔

بر صغیر میں عبد اللہ چکڑالوی اور اسلم جیراج پوری سے شروع ہوا اور سر سید احمد خان م: ۱۸۹۸ء، غلام احمد پرویز م: ۱۹۸۵ء اور ان کے ہم نواؤں تک پہنچا ہے۔

جیسا کہ غلام احمد پرویز نے اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہنا شروع کیا اور کہا کہ ہمیں قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت نہیں تلاش کرنا چاہیے۔ جب انکارِ حدیث کے ذریعے قرآنی آیات میں تحریف کا دروازہ کھول دیا گیا تو اس کے نتیجے میں اسلامی عقائد واحکام میں ایسے تاویلات باطلہ نے جگہ لے لی، جس سے اسلام کا تصور مسخ ہو کر رہ گیا۔ انھی لوگوں نے حقائق کے بہ جائے تمثیلات سے باور کرنے کی جسارت کی اور اس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی صفات، ملائکہ، جنات، شیاطین، جنت، دوزخ، حشر، معاد، قیامت اور معجزاتِ انبیا کو تمثیلات بتا کر ان سے صریح انکار کیا۔ اسی طرح احکام کے مختلف مضامین بیان کیے جو آج تک کسی بھی مفسر نے بیان نہیں کیے تھے۔

جب یہ تحریفات انھوں نے کیے تو انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ قرآن فہمی میں احادیث اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی کوئی ضرورت نہیں، حالاں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ آپ ﷺ اپنے قول و فعل سے آیات قرآنی کی تفسیر فرمائیں۔ اس ضمن میں درجہ ذیل آیات مبارکہ اس مقصد کی وضاحت کے طور پر پیش کی جاتی ہیں:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[17]

''آپ پر یہ قرآن بھی اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے اُن کو آپ اِن پر ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ (ان میں) فکر کیا کریں''۔

آپ ﷺ کا مقصدِ بعثت یہ ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے قرآن کریم کی توضیح فرمائیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا[18]

''یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو''۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ[19]

''یقیناً بڑا احسان کیا ہے اللہ نے مومنوں پر کہ بھیجا ان میں ایک رسول انھی میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انھیں اللہ کے

---

17 النحل ۱۶: ۴۴

18 النساء ۴: ۱۰۵

19 آل عمران ۳: ۱۶۴

کی آیات اور تزکیہ (نفس) کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب اللہ کی اور سکھاتا ان کو حکمت، اگرچہ تھے وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں"۔

اِس بات کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں کہ جو کتاب جس پر کتاب نازل ہوئی وہی اُس کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔ یہاں پر یہ نامناسب نہ ہوگا کہ بہ طور نمونہ غلام احمد پرویز کے کچھ اقتباسات پیش کیے جائیں، جیسا کہ وہ مقادیر زکواۃ جو احادیث سے ثابت ہیں، کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"قرآن نے زکواۃ کا حکم دے کر اُس کی شرح و قیود کو غیر متعین چھوڑ دیا ہے، تاکہ ہر زمانے کی اسلامی حکومت اپنی اپنی ضروریات کے مطابق اسے خود متعین کرتے رہے"۔

"قرونِ اولی میں اگر خلافت راشدہ نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق اڑھائی فی صد مناسب سمجھا تھا، اُس وقت یہی شرح شرعی تھی۔ اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہے کہ اس کی ضرورت کا تقاضا بیس فیصد ہے تو یہی بیس فیصد شرح قرار پائے گی"[20]۔

نااہلیت اور ابتاعِ ہویٰ

جاننا چاہیے کہ تفسیر میں تفردات کے وقوع کا دوسرا سبب نااہلیت اور اتباعِ ہویٰ ہے، فی زمانہ میں یہ سبب بہ کثرت پاتا ہے۔ زیادہ تر لوگ اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ عربی زبان کی معمولی شد بد قرآنی تفسیر کے لیے کافی ہے، چناں چہ وہ اِس غلط فہمی کی وجہ سے تفسیر جیسے نازک کام میں لگ جاتے ہیں اور علمی استعداد کے مکمل نہ ہونے کی باوجود سے اکثر اتباعِ ہویٰ اور اغراضِ فاسدہ کے بہت جلد شکار ہو جاتے ہیں اور قرآنی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے کسی بھی فن اور تعلیم کو سیکھنے کے لیے ماہرینِ فن و تعلیم کا سہارا لینا ضروری ہوتا ہے۔ اِسی اصول کے تحت قرآنی تفسیر کے لیے تو بڑی علمی اہلیت درکار ہوتی ہے۔

مفسرین کے لیے لازم ہے کہ وہ اُصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، علم الفقہ، لغت واشتقاق، بلاغت، بیان، معانی، علم النحو، علم الصرف، احوالِ عرب، ناسخ و منسوخ اور اسبابِ نزول کو اچھی طرح جانتا ہو، اس کے ساتھ ساتھ علمی موہبہ میں بھی بے مثال ہو، اس لیے کہ قرآن اپنا باطن ایسے شخص پر آشکار نہیں کرتا جو اللہ تعالی کی معصیت و نافرمانیوں میں مبتلا ہو اور اغراضِ فاسدہ کا اسیر ہو[21]۔

---

20 پرویز، غلام احمد (م: ۱۹۸۵ء)، سلیم کے نام، (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ)، ج ۲، ص ۸۲-۸۳۔

21 السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۲۲۳-۲۲۸

علامہ محمد حسین الذہبیؒ کے مطابق اِس قسم کے لوگ عموماً وہ ہوتے ہیں جو علمائے راسخین کے مقام تک نہیں پہنچ پاتے، کیوں کہ اُن کے پاس علم کا بہت تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے۔ چناں چہ وہ اپنی آزاد رائے سے خواہشِ نفس کی پیروی میں اور نام وَری کے زعم میں آیاتِ قرآنی کے ساتھ لہو و لعب کے مرتکب ہوتے ہیں[22]۔

لہٰذا اپنے اتباعِ ہویٰ اور نااہلیت کی وجہ سے تفسیرِ قرآن کرنے سے خود بھی گم راہ ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی گم راہ کرتے ہیں۔ اِس بارے میں قرآن مجید کی متعدد آیات وارد ہوئی ہیں:

أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ[23]

"اب بتاؤ کہ جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن راستے پر ہوں، کیا وہ اُن جیسے ہو سکتے ہیں جن کی بدکاری ہی اُن کے لیے خوش نما بنادی گئی ہو، اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتے ہوں"۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ[24]

"اور اُس سے بڑھ کر کون گم راہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو، بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا"۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ[25]

"اور (بفرضِ محال) اگر دینِ حق ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا تو آسمان اور زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں، سب تباہ ہو جاتے، بلکہ ہم نے اُن کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت (نافعہ) سے بھی روگردانی کرتے ہیں"۔

مسلکی تعصب

پہلے سے قائم کردہ اپنے نظریات وعقائد کے بنیاد پر قرآن کی تفسیر کرنا اور اُس کی آیات کو اپنی نظریات کے تابع کرنا سراسر گم راہی ہے۔ لہٰذا تاویلاتِ فاسدہ کے ذریعے قرآنی آیات کو اپنے عقائد و نظریات پر منطبق نہیں کرنا چاہیے، جس طرح قدیم زمانے میں معتزلہ، قدریہ، جبریہ، شیعہ، مرجیہ اور جہمیہ وغیرہ فرقے کر چکے ہیں۔ مثلاً معتزلہ نے قرآنی آیات کی وہ تاویل کی جو

---

22 الذہبی، التفسیر والمفسرون، ص ۵۴۲۔

23 محمد ۴۷: ۱۴

24 القصص ۲۸: ۵۰

25 المؤمنون ۲۳: ۷۱

اُن کے ہاں رائج الوقت عقائد کے مطابق تھے۔ اگر وہ احادیث اور نظمِ قرآن کے مخالف تھے اور یہ روایات معتزلی تفاسیر میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں، جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں، لیکن آیتِ کریمہ ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ''[26]۔

''اور اللہ نے پیدا کیا ہے تمھیں بھی اور اُن چیزوں کو بھی جو تم بناتے ہو''۔

اِس خود ساختہ عقیدہ کے خلاف ہے تو وہ اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بھی پیدا کیا ہے اور تمہارے اُن بتوں کو بھی جن کو تم تراش کر بناتے ہو، بس تمہارا کام اس کو تراشنا اور برابر کرنا ہے[27]۔ اسی طرح معتزلہ جنت میں رؤیتِ باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ لہٰذا جن آیات سے رؤیتِ باری تعالیٰ ثابت ہوتی ہے، وہ اُن کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو ان کے خود ساختہ عقیدہ سے مطابقت رکھتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی عبد الجبار المعتزلی آیتِ کریمہ:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ[28]

''کچھ چہرے ہوں گے اُس دن تروتازہ، اپنے رب کے طرف دیکھ رہے ہوں گے''۔

سے مراد یہ لیتا ہے کہ جنتی اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت کی طرف نظر کریں گے اور اس سے ثواب کی امید بھی رکھیں گے[29]۔ اسی طرح شیعہ مفسر الحسن العسکری اپنی کتاب تفسیر عسکری میں لکھتا ہے کہ آیت کریمہ:

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ[30]

''مگر نہ قریب جانا اُس درخت کے، ورنہ شمار ہو گا تمھارا ظالموں میں''۔

میں شجرہ سے مراد علم کا وہ درخت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ اور اُن کے آل کو خاص کیا ہے[31]۔
اسی طرح یہی مفسر لکھتا ہے کہ آیت کریمہ:

---

26 الصافات ۳۷:۹۶

27 المعتزلی، قاضی ابوالحسن عبد الجبار بن احمد (م: 415ھ)، تنزیہہ القرآن، ص۲۹۸-۲۹۹۔

28 القیامۃ ۷۵: ۲۲-۲۳۔

29 قاضی ابوالحسن عبد الجبار بن احمد (415ھ)،، تنزیہہ القرآن، ص: ۳۵۸،۳۵۹۔

30 البقرۃ ۲: ۳۵

31 العسکری، علامہ حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، تفسیر عسکری، (تہران: مکتبہ نینوی)، ص۲۶۵-۲۶۷۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ[32]

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان لائے ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر، حالاں کہ نہیں ہیں وہ مومن"۔

میں حضرت علیؓ کی ولایت کا بیان ہے اور جو لوگ اُن کے ولایت کے منکر ہیں وہی منافق ہیں، جس کی طرف اِس آیتِ کریمہ میں اشارہ مل جاتا ہے[33]۔ اسی طرح شیعوں کا عقیدہ عصمتِ ائمہ ہے، جس کو مفسر طبرسی (م: ۵۴۷ھ) مذکورہ آیت کریمہ:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا[34]

"اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ دور کر دے تم سے گندگی، اے نبیؐ کے گھر والو! اور پاک کر دے تمہیں پوری طرح"۔

سے ثابت کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت محمد ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہی ہیں۔ ان کے علاوہ اہل بیت میں کوئی اور داخل نہیں ہے[35]، جب کہ ان کے علاوہ آلِ عباس بھی اس میں داخل ہیں۔ اسی طرح مختلف باطل فرقوں کے مزید اس نوع کی مثالیں موجود ہیں، لیکن بغرضِ اختصار یہاں پر یہ امثال کافی ہیں۔ اگر مندرجہ بالا امثال کو غور سے دیکھا جائے اور پھر اس دور کے فرقوں کی تفاسیر کو غور سے دیکھ لیا جائے تو اسی طرح کے تاویلات فاسدہ اور تفردات کا وافر ذخیرہ سامنے آجاتا ہے، جیسا کہ موجودہ دور میں مرزائیوں، پرویزیوں اور لاہوریوں کے تفاسیر میں موجود ہیں۔

جدید افکار سے مرعوب ہونا

افکار و نظریات سے مرعوب ہونا تفردات کا چوتھا سبب ہے۔ بعض لوگوں کے ذہنوں پر مذہبیت کا آسیب چڑھ جاتا ہے اور جب ان کے ہاں ایک دفعہ کسی چیز کو خوب کہا جائے تو پھر اس کے خلاف چلنا ان کے لیے کلمہ کفر بن جاتا ہے، جب ان خیالات و نظریات کے خلاف قرآن حکیم کا بیان پایا جائے تو خود قرآن کے تابع ہونے کے بجائے قرآن کو ان خیالات و تصورات کے تابع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حق و باطل کا معیار اُن نظریات و تصورات کو قرار دیا جاتا ہے، جس سے اس زمانے کے جدت پسند حضرات عموماً ایسے مخمصے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر قرآن پاک کی کوئی ایسی تشریح کی گئی جو زمانے میں رائج الوقت نظریات کے خلاف ہو تو اس سے خود قرآن کریم کی حقانیت پر حرف آئے گا، حالاں کہ اُن کو اِس حقیقت کا ادراک ہونا چاہیے کہ سائنس و فلسفے کے وہ نظریات قطعی مشاہدہ پر مبنی نہیں ہیں، وہ زمانے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں، جب کہ قرآنی نظریات تبدیل نہیں ہوتے۔

اگر کوئی زمانے کے جدید نظریات سے مغلوب ہو کر قرآن کریم کو اس سانچے سے ڈھالنے کی کوشش کرے تو ہو سکتا ہے

---

32 البقرۃ ۲:۸

33 العسکری، تفسیر عسکری، ص ۴۲۔

34 الاحزاب ۳۳:۳۳

35 الطبری، أبو جعفر محمد بن جریر (م: 310ھ)، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، (قاہرہ: دار ابن جوزی، ۲۰۰۸ء)، ج ۱، ص ۵۰۔

کہ وہی نظریہ عہد جاہلیت کی یادگار ثابت ہو، تو کیا اس کتاب ہدایت کو یوں ملغوبہ بنالیا جائے گا کہ بعض لوگوں کے انکار کے ساتھ بدلتا رہے۔اس سے تو خود قرآن کی حقانیت پر حرف آئے گا اور لوگوں کے ذہنوں سے اس کی عظمت ہی مٹ جائے گی[36]۔جیسا کہ موجودہ دور کے تجدد پسند حضرات نے انھی افکار و نظریات سے مرعوب ہو کر قرآن مجید میں تاویلات کر کے کئی آیات سے منکر ہو گئے۔ چناں چہ سر سید احمد خان لکھتے ہیں: ''ان قدیم علمائے اسلام'' کے زمانے میں نیچرل سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اور کوئی چیز اُن کو قانون فطرت کی طرف رجوع کرنے اور اُن کی غلطیوں سے متنبہ کرنے والی نہ تھی۔ پس یہ اسباب اور مثل اور ان کے بہت سے اسباب ایسے تھے کہ ان کی کافی توجہ قرآن مجید کی ان الفاظ کی طرف نہیں ہوئی۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں نص صریح اس بات پر نہیں ہے کہ در حقیقت ان کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا[37]۔اسی طرح سر سید احمد خان اپنے مدعا کو ایک دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں:

> ''جب معجزات کو مافوق الفطرت قرار دیا جاوے، جس کو انگریزی میں (سُپر نیچرل) کہتے ہیں اور اُس سے انکار کرتے ہیں اور ان کا وقوع ایسا ہی ناممکن قرار دیتے ہیں جیسے قولی وعدے کا ایفانہ ہونا اور اعلانیہ کہتے ہیں کہ کسی ایسے امر کے واقع ہونے کا ثبوت نہیں ہے جو مافوق الفطرت ہو اور جس کو تم معجزہ قرار دیتے ہو''[38]۔

قرآن کریم کا مقابلہ عقل کے ساتھ کرنا

دورِ حاضر کے جدت پسند حضرات قرآن اور حدیث کے ارشادات کے بارے میں بعض اوقات یہ کہہ کر تاویلاتِ فاسدہ کرتے ہیں کہ مذکورہ ارشادات کا ظاہری مفہوم عقل کے خلاف ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر میں عقل کے استعمال کی ایک بدترین صورت یہ ہے کہ قرآن کی صریح اور واضح الفاظ سے جو شرعی حکم ثابت ہو رہا ہو، اُس سے اس بنا پر انکار کیا جائے کہ اس کی حکمت ہماری عقل میں نہیں آسکی۔ آج کل مغربی افکار کے تسلط سے یہ خطرناک وباعام ہو رہی ہے کہ جن شرعی احکام پر چودہ سو سال سے پوری امت مکمل طور پر عمل پیرا رہی ہے اور جو نص اور سنّت نبویہ ﷺ سے ثابت ہے، یہ بعض افراد کو اپنی مزاج کے خلاف دکھائی دیتی ہے، اس لیے قرآن و سنت کی جن نصوص سے ثابت ہیں، وہ ان میں تاویل و تحریف کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے ہے اور وجہ یہ بتاتے ہے کہ ہمارے زمانے میں یہ احکام شرعیہ (معاذ اللہ) یعنی بر حکمت نہیں رہے[39]۔

---

36 الذہبی، التفسیر والمفسرون، ج ۲، ص ۴۹۱-۴۹۴۔

37 احمد خان، سر سید، تفسیر القرآن، (لاہور: رفاہ عام سٹیم پریس)، ج ۱، ص ۷۱۔

38 ایضاً

39 تقی عثمانی، مولانا مفتی محمد، علوم القرآن، (کراچی: ادارۃ المعارف)، ص ۱۹-۲۰۔

چوں کہ تجدد پسندانہ نظریات کے حامل لوگ اسلامی سزاؤں، حد زنا، حد قذف و خمر، حدِ سرقہ، حدِ قصاص اور قتل مرتد کو نعوذ باللہ وحشیانہ سزائیں قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ اہلِ مغرب اِن سزاؤں پر معترض ہیں اور اسے عقل کے خلاف گردانتے ہیں۔ چناں چہ اسی بناپر عالم اسلام کے تجدد پسندانہ نظریات کے حامل دانش وران سزاؤں میں ایسے ترامیم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کے مغربی آقاان سے راضی ہو جائے۔

ایسے ہی بعض دانش وَر سود، قمار اور شراب وغیرہ کی حرمت کو کسی نہ کسی شکل کو جائز قرار دینے کے فکر میں رہتے ہیں اور اپنی اس عمل کی تائید میں یہ کہتے ہیں کہ موجودہ دور میں ان کے حرمت سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: "جو احکامات روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہو جائیں تو اس بناپر اُن کی تعمیل سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہیے کہ اُن کی حکمت ہمارے سمجھ میں نہیں آتی"۔ چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

"لا يحل أن يتوقف في امتثال أحكام الشرع إذا صحت بها الرواية على معرفة تلك المصالح لعدم استقلال عقول كثير من الناس في معرفة كثير من المصالح ، ولكون النبي صلى الله عليه وسلم أوثق عندنا من عقولنا هذا العلم مضنون به على غير أهله"[40]۔

"یہ ہر گز جائز نہیں ہے کہ شریعت کے جو احکام صحیح روایت سے ثابت ہیں، اُن کی تعمیل میں اِس بناپر پس و پیش کیا جائے کہ اُن کی مصلحتیں ہمیں معلوم نہیں، کیوں کہ بہت سے لوگوں کی عقلیں بہت سی مصلحتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتیں اور کیوں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے نزدیک ہماری عقلوں سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، اسی لیے اس علم (یعنی حکمتِ دین کے علم) کو ہمیشہ نااہل لوگوں سے بچانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔"

قرآن مجید کے موضوعات کو غلط انداز سے سمجھنا

یہ بات عیاں ہے کہ قرآن مجید کے موضوعات کو غلط سمجھ لینے سے بعض لوگ قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت کئی تفردات کے شکار ہو جاتے ہیں۔ چوں کہ قرآن کریم جا بجا حقائقِ کونیہ بیان کرتا ہے اور اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قاری کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی ذات وصفات کی عظمت کا احساس دلایا جائے کہ وہ مظاہر قدرت میں غور و فکر کر کے اللہ کی اطاعت پر کمر بستہ ہو جائے[41]۔ جدید تعلیم یافتہ لوگ کائناتی حقائق کو دیکھ کر قرآن کریم سے سائنسی انکشافات واختراعات نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کام جتنا ہی خلوصِ نیت سے کیوں نہ کیا جائے تاہم یہ قرآن کریم کی موضوع سے خارج ہے۔ دراصل اُن کی یہ کوشش ہے

---

40 الدہلویؒ، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، (بیروت: دار احیاء العلوم، ۱۴۱۳ھ)، ج ۱، ص ۶۔

41 الزرقانی، مناہل العرفان، ج ۲، ص ۲۵۰۔

کہ قاری کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ صحابہ کرامؓ وسلف وصالحین یعنی قرآن کے اوّلین مخاطبین قرآن کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکے تھے، بل کہ مغرب والے حقیقت سمجھ سکے، حالاں کہ قرآن کریم کو اپنے اصلی موضوع سے ہٹا کر اپنے طرف سے کسی اور موضوع پر لگانا افترا علی اللہ ہو گا[42]۔

چوں کہ قرآن کریم کا اصل موضوع انسانیت کی راہ نمائی اور اُس کو دنیاوی واُخروی سعادت کے لیے تیار کرنا ہے، جب کہ مادی ترقی انسان خود کوشش سے حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس ضمن پر کوئی پابندی نہیں لگائی، بل کہ یہ میدان انسان کے عقل کے لیے مکمل طور پر کھلا چھوڑ دیا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن میں بہت سے سائنسی مسائل کی طرف اشارے کیے گئے ہیں، تاہم اس میں اتنا غلو نہیں کہ قرآن کریم تمام انکشافات، ایجادات اور نظریات کے لیے ثبوت فراہم کرے، کیوں کہ یہ بات قرآن کے موضوع کے خلاف ہے۔

تبدیلی زمانے کے ساتھ تبدیلی احکام

زمانہ ہذا میں بعض لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ شریعت اسلامی کے سارے احکامات تغیر پذیر ہیں اور ان کو حالات کے مطابق موافق ہونا چاہیے، جیسا کہ جدت پسند لوگوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ جامد چیز کو برا اور تغیر پذیر کو اچھا کہتے ہیں، حالاں کہ اس طرح نہیں ہے کہ بعض قوانین متغیر اور بعض جامد ہوں، تاکہ وہ زمانے کے دست وبرد سے بچ سکیں اور نفسانی خواہشات کے تابع نہ بنیں۔ اگر ہر چیز کو تغیر پذیر سمجھا جائے تو معاشرے میں ایسے مفاسد آجائیں گے جس کا ادراک پھر ناممکن ہو گا۔

چوں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس میں بعض حقائق جامد اور بعض تغیر پذیر بھی ہیں۔ اس نے بعض چیزوں کو صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے وہ جامد ہیں۔ ان میں زمانے کا تغیر اثر انداز نہیں ہو سکتا ہے اور جن چیزوں کو قرآن و سنت نے اصول وکلیات کی صورت میں بیان کر دیا ہے، اُن کی تفصیلات وجزیات سے صرف نظر کیا ہے، تو ان اصولوں وکلیات کی روشنی میں ان کی جزیات کو اجتہاد واستنباط کے ذریعے بیان کر دیا جائے، چناں چہ اگر زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے ان جزیات کی علت میں تبدیلی پیدا ہو جائے تو ان کے احکام کو تبدیل کیا جا سکتا ہے، اس لیے فقہا نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ: ''تغیر الاحکام بتغیر الزمان''[43]۔

مذکورہ قاعدہ کا مطلب علامہ شامیؒ نے اپنی مشہور کتاب 'شرح عقود رسم المفتی' میں یہ لکھا ہے کہ ''جس حکم کی بنیاد عرف پر ہو اور وہ عرف خاص نہ ہو، بل کہ عرف عام ہو اور کسی زمانے میں لوگوں کا وہ عرف عام تبدیل ہو جائے تو اُس وقت وہ حکم بھی

---

42 ایضاً، ج ۲، ص ۲۵۱۔

43 مجلۃ الاحکام العدلیہ، خلافت عثمانیہ میں کچھ علما نے لکھا تھا، (کراچی: کارخانہ تجارت)، ج ۱، ص ۷۸۔

تبدیل ہو جائے گا۔ تاہم اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ لوگوں کی چلن تبدیل ہونے کی وجہ سے منصوص احکام شرع کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن وسنت کے منصوص احکام میں کسی قسم کی تبدیلی زمانے کی تغیر کی بنیاد پر نہیں کی جاسکتی، بل کہ فقہا کے ہاں یہ اصول مسلم ہے اور اجماع امت بھی یہی ہے کہ منصوص احکام میں اجتہاد نہیں ہو سکتا ہے[44]۔ لیکن دوسری طرف تجدد پسند حضرات اسی بنا پر اجتہاد کو جاری رکھنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

خلاصہ بحث

قرآن مجید رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآنی تعلیمات ہی کی برکت سے جانی دشمن ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنے والے بن گئے، اللہ تبارک وتعالی نے نہ صرف آپ ﷺ پر قرآن کو اُتارا، بل کہ قرآن کریم کی تشریح وتفصیل کی اہم ذمہ داری بھی آپ ﷺ کے حوالے کر دی۔ پیغمبر خدا کے بعد قرآنی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرانے کی ذمہ داری آپ ﷺ کے رفقائے کار نے احسن طریقے سے ادا کی۔ اُن کے بعد امت کے سپوتوں نے قرآن کریم کو نبوی تعلیمات کے مطابق لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اس کے بعد بعض لوگوں نے اغیار کے دلوں میں اپنے لیے مقام بنانے اور ان سے اُمیدیں وابستہ کرنے کے غرض سے قرآن کریم کی عقل سے ماورا تاویلات کر دیں۔ تفسیر قرآن کے نام سے وہ تالیفات جن میں اصول تفسیر اور قواعدِ عربیہ یا خود قرآن کے بیان اور احادیث نبوی یا آثار صحابہ وتابعین کے اقوال کے خلاف اقوال درج کیے گئے ہوں تو وہ تمام شذوذ وتفردات ہیں۔ ایسے اقوال وتالیفات کی کوئی قدر وقیمت نہیں، بل کہ یہ سراسر ضلالت وگمراہی ہے۔ وہ تفردات جو تفسیر قرآن کے اصولوں اور نصوصِ قرآن کے خلاف نہ ہوں، البتہ سلف وصالحین کے طریقۂ تفسیر کے خلاف ہونے کی وجہ سے متفرد گردانے جاتے ہوں، تو وہ تفردات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ قرآن مجید کے متعلق تحریفی سوچ اور تصور نے اسی تصور کے قائل قاری کے لیے اس کو ناقابل اعتبار بنا دیا ہے۔ جب وہ اخذ ہدایت کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے ذہن میں یہ سوال ضرور ابھرے گا کہ یہ احکام منزل من اللہ ہیں یا منافقین کے سیاہ کاریوں کا نتیجہ؟ تو اس صورت حال میں معانی قرآن کی تفہیم ناممکن ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کے فہم اور اس پر عمل کرنے کے لیے سب سے بڑا ذریعہ وہ ہے جس پر یہ نازل کیا گیا ہے اور اس کے اوّلین مخاطبین سے قرآن کے الفاظ کا مفہوم متعین ہوا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کا مفہوم بھی حضور ﷺ کے ذہن میں القا کر دیا، تاکہ کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ تحقیق سے یہ بات عیاں ہے کہ تفسیر کی ضمن میں جو تفردات واقع ہوئے ہیں اور مستقبل میں بھی مزید ایسے حالات کا اندیشہ ہیں تو اس کی پشت پر یہی وجوہ ہیں جس کے سبب ایسے تفردات تفسیر میں دانستہ اور نادانستہ طور پر واقع ہوتے ہیں۔

---

[44] شامیؒ، علامہ، شرح عقود رسم المفتی، (کراچی: کارخانہ تجارت، ۱۹۹۸ء)، ص ۷۱-۸۰۔